Journal of Religion & Society (JRS)

Available Online:

<https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index>

Print ISSN: 3006-1296 Online ISSN: 3006-130X

Platform & Workflow by: [Open Journal Systems](#)**REFUTATION OF THE OBJECTIONS OF THE DISBELIEVERS, POLYTHEISTS, AND JEWS AGAINST THE PROPHET MUHAMMAD (ﷺ) IN TAFSIR SIRAJ-UL-BAYAN BY HANIF NADVI (رحمة الله عليه)**

تفسیر سراج البیان از حنیف ندویؒ میں رسالت مآب ﷺ پر کفار و مشرکین اور یہود

کے اعتراضات کا رد

Nokhaiz

M. Phil Islamic Studies, Government College University Faisalabad, Pakistan

nokhaizzafar786@gmail.com**Dr. Mahmood Ahmad** (Corresponding Author)Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Government College University
Faisalabad, Pakistanmahmood.ahmad@gcuf.edu.pk**Abstract**

This research paper examines the responses of Maulana Muhammad Hanif Nadwi (1908–1986) in Tafseer Siraj al-Bayan to the objections raised by the disbelievers, polytheists, and Jews against the prophethood of Prophet Muhammad ﷺ and the divine message of the Qur'an. Nadwi, a renowned scholar and Qur'anic exegete, skillfully refutes these objections through Qur'anic arguments, historical evidence, and rational reasoning. The study highlights Nadwi's analytical approach in addressing accusations such as denial of prophethood, claims of sorcery or madness, rejection of the Qur'an, and personal criticisms of the Prophet ﷺ. It also explores Nadwi's explanations regarding issues like the revelation of the Qur'an, the philosophy behind the Prophet's multiple marriages, and specific incidents like the marriage of Zainab (RA). The findings demonstrate that Nadwi's exegetical style combines intellectual rigor, textual evidence, and literary eloquence to defend the Prophet ﷺ and the Qur'anic message against false allegations, thereby reaffirming the truthfulness and universality of Islam.

Keywords: Tafseer Siraj al-Bayan, Hanif Nadwi, objections against Prophethood, Qur'anic exegesis, refutation of accusations, Prophet Muhammad ﷺ, Islamic scholarship

مولانا محمد حنیف ندویؒ (۱۰ جون ۱۹۰۸ء - ۱۲ جولائی ۱۹۸۶ء) کا شمار بیسویں صدی کی ایسی قابل فخر اور مخلصین شخصیات میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنے شب و روز اسلام کی اشاعت اور قرآنی تعلیمات کے فہم و ادراک میں صرف کیے۔ آپ پاکستان سے تعلق رکھنے والے عالم دین تھے، آپ اسلام کے نامور عالم دین، محقق، مفسر قرآن، فلسفی اور مترجم ہیں۔ آپ کی شخصیت علمی حلقے میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ نے اپنی ساری زندگی دینی علوم کی تحصیل و تصنیف میں صرف کر دی۔ آپ نے قرآن، حدیث، فقہ، سیرت نبوی ﷺ، فلسفہ، منطق، تصوف کے بارے میں افکار سپرد قریطاس کیے۔ مولانا اپنی ذات میں ہمہ گیر پہلو رکھتے تھے۔ آپ نے نہ صرف اپنے تحریروں بلکہ اپنی تقریروں کے ذریعے بھی دینی افکار کو عوام الناس تک پہنچایا۔ آپ اردو ادب کے رمز شناس تھے۔ جس کی چاشنی آپ کی کتابت اور خطابت دونوں میں پائی جاتی ہے۔

مولانا محمد حنیف ندویؒ نے مختلف موضوعات پر بہت کچھ لکھا ہے مگر یہ لکھنا سرکاری عہدوں میں ترقی کے لیے نہ تھا بلکہ محض علم کی خدمت کے طور پر تھا۔ آپ مخزن العلوم ہیں۔ آپ کی ہر تصنیف علم و حکمت اور ادب و انشاء کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ آپ کی تحریروں میں دلائل اور ربط کا زور نظر آتا ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کی شخصیت انسانوں کے لیے کامل نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بے شمار شامائل سے نوازا۔ شامائل کا تعلق ہی حضور ﷺ کی شخصیت مبارکہ کے ظاہری حسن سے ہے۔ یہ فطری امر ہے کہ

کسی حسین کے حسن دلپذیر کا تذکرہ کیا جائے تو دل بے اختیار اس کی طرف کچھ چلے آتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی محبت میں والہانہ پن ہی ایمان کا حقیقی کمال اور اطاعت اور اتباع کی صحیح بنیاد ہے۔

مولانا محمد حنیف ندوی کو قرآنیات سے خصوصی شغف تھا۔ انہوں نے دارالعلوم ندوۃ العلماء سے تفسیر قرآن میں تخصص کیا تھا۔ اس کے فوراً بعد آپ لاہور کی مسجد مبارک سے منسلک ہو کر قرآن کے درس میں مشغول ہو گئے۔ آپ نے قرآن حکیم کی تفہیم کو مقصد حیات بنایا اور لوگوں کی اخلاق و روحانی اصلاح کا فریضہ سرانجام دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے تفسیر ”سراج البیان“ کے ذریعے ایسے تفسیری نکات پیش کیے جو عوام الناس کے لیے معاون ثابت ہوئے۔ تفسیر ”سراج البیان“ ایک جامع اور مکمل تفسیر ہے۔ تفسیر سراج البیان کے ابتدائی پندرہ پارے ڈیڑھ سال کے عرصے میں مکمل ہو چکے تھے اس کے بعد ملک سراج الدین (ناشر کتب) نے باقی پندرہ پاروں کی تکمیل کے لیے محمد حنیف ندوی کو سری نگر کے قریب ایک صحت افزاء مقام پر بھیج دیا۔ زیر نظر مقالہ میں ان کی تفسیر میں شامل و اخلاق مصطفیٰ ﷺ کا اسلوب بیان زیر بحث لایا گیا ہے۔

قرآن پاک کی تعلیمات اور حضرت محمد ﷺ کی سیرت کو معاندین اسلام خاص طور پر کفار و مشرکین اور یہود نے جس انداز سے تاریخ کے ہر دور میں ہدف و تنقید بنایا ویسا رویہ کسی اور کتاب اور نبی کے ساتھ نہیں اختیار کیا گیا۔ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے آخری نبی بنا کر بھیجا تا کہ آپ ﷺ اللہ کے احکامات کو لوگوں تک پہنچا سکیں۔ تو جب آپ ﷺ نے مکہ میں لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو ہٹ دھرم اور متکبر کفار و مشرکین نے آپ ﷺ سے بے جا سوالات شروع کر دیے۔ اسی طرح جب مدینہ میں آپ ﷺ نے اسلام کی تبلیغ کا آغاز کیا تو یہودیوں نے آپ ﷺ کی ذات و نبوت پر اعتراضات کیے۔ حالانکہ سابقہ انبیاء کی تعلیمات منسوخ ہو گئیں اور وہ قابل اتباع نہ رہیں۔ اس کے باوجود بھی معاندین اسلام نے اسلام پر اپنی اہمیت جتانے کے لیے جدوجہد کرتے اور پورا شجرہ اسلام کو مشکوک ٹھہرانے میں لگے رہتے۔ وہ اسلام لانے کی بجائے الٹا پیغمبر ﷺ پر طرح طرح کے اعتراضات اور سوالات کرتے تاکہ آپ ﷺ لاجواب ہو جائیں۔

اس فصل میں رسالت مآب ﷺ سے متعلق کفار و مشرکین اور یہود کے اعتراضات کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کے جوابات کو بھی سراج البیان کی روشنی نقل کیا گیا ہے۔

کفار و مشرکین کے اعتراضات اور ان کا جواب:

چالیس سال کی عمر میں نبی کریم ﷺ کو نبوت کے عظیم منصب پر فائز کیا گیا۔ ابتدائی تین سالوں میں آپ ﷺ نے خفیہ دعوت و تبلیغ کا کام سرانجام دیا اس کے بعد جب آپ ﷺ نے اعلانیہ تبلیغ کا آغاز کیا تو کفار و مشرکین کا رد عمل سامنے آیا اور انہوں نے آپ ﷺ پر بے جا اعتراضات شروع کیے۔

رسالت کا انکار: شروع سے ہی رسول اللہ ﷺ ایک بے داغ شخصیت کے مالک تھے اور آپ ﷺ کی ہر بات کو لوگ اہمیت دیتے مگر جب آپ ﷺ نے اپنی رسالت کا اعلان کیا تو لوگوں نے سرے سے آپ ﷺ کی نبی ہونے کا انکار کیا۔

منکرین کے اس اعتراض کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنَّكُمۡ لَمِنَ الْمُنٰكِرِيْنَ

”یٰسے، حکمت والے قرآن کی قسم بے شک تو رسولوں میں سے ہے“

محمد حنیف ندوی لکھتے ہیں کہ یہاں قرآن حکیم کو بطور مقسم بہ کے ذکر کیا گیا ہے اور اس کے بعد فرمایا ہے کہ آپ ﷺ بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت اور رسالت پر بہترین دلیل خود یہ صحیفہ حکمت ہے۔²

مجنون، جادوگر اور شاعر ہونے کا الزام:

رسول اللہ ﷺ جب اللہ کے پیغامات کو لوگوں تک پہنچاتے اور اپنی گفتگو کو مزید مستحکم کرنے کے لیے انبیائے سابقین کی قوم کی بد اعمالیوں اور گمراہیوں کا حوالہ دیتے اور اس کی نافرمانی کی وجہ سے جو عذاب الہی ان پر نازل ہوا اس سے بھی خبردار کرتے تو لوگ آپ ﷺ کی باتوں کو دھیان سے سننے کی بجائے یا اس سے نصیحت حاصل کرنے کی بجائے مشرکین کہنے لگتے کہ آپ کا ہن ہیں یا آپ مجنون ہیں یا آپ کو شاعر کہہ دیتے جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے:

وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سَاحِرٌ كٰذِبٌ

”اور کافروں نے کہا یہ جادوگر ہے، جھوٹا ہے“

ایک دوسرے مقام پر کہا گیا:

وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ

”اور کہتے ہیں کہ یہ تو دیوانہ ہے“

کفار و مشرکین کی ان مہمل باتوں کا قرآن پاک میں اس طرح جواب دیا:

فَلَا تَزِرُ مِمَّا آتَتْ بِرِعْمَتِكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ

”سوا تو نصیحت کر کہ تو اپنے رب کے فضل سے نہ تو جنوں سے خبر لینے والا ہے اور نہ دیوانہ“

مفسر بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ جب اللہ کا پیغام مکہ والوں تک پہنچاتے تو یہ لوگ ازراہ کبر و غرور کہتے کہ ہم تمہیں بھی ساحر اور کاہن سمجھتے ہیں یا ہمارا خیال ہے کہ تمہارے دماغ میں خلل ہے۔ اس سے زیادہ وقعت ہمارے دل میں تمہاری نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ان توہین کے کلمات کو خندہ پیشانی سے برداشت کیجئے۔ کیونکہ ہمیشہ سے جب انبیاء علیہم السلام تشریف لائے ہیں ان کے مخالفین نے ان کو انہیں القاب سے ملقب کیا ہے۔ یہ بہت پرانا الزام ہے۔ آپ بہر حال سمجھتے رہیے۔ مومنین کی ایک جماعت، عقیدت مندوں کا ایک جم غفیر یہ خود بتلائے گا کہ ساحر اور مجنون کون ہے؟⁶

نبوت و بعثت کے متعلق اعتراضات:

کفار و مشرکین نے آپ ﷺ کی نبوت اور بعثت سے متعلق عجیب عجیب اعتراضات کیے جیسا کہ ارشاد ہے:

وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْنَا الْآيَاتُ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ أَوْ تَنزِيلًا لِقَدِ اسْتَكْبَرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْا عُتُوًّا كَبِيرًا

”اور جو ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے انہوں نے کہا کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں اتارے گئے یا ہم اپنے رب کو دیکھتے انہوں نے

اپنے میں تکبر کیا اور بڑی سرکشی کی“

محمد حنیف ندوی لکھتے ہیں کہ مشرکین مکہ کا نبوت و بعثت کے متعلق اعتراضات کرنا مشہور ہے دراصل وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ حضور ﷺ کی فضیلت اور بزرگی کو تسلیم کریں۔ یہ بات ان کے لئے گراں تھی۔ کہ وہ اپنی نخوت اور غرور طبع کو بالائے طاق رکھ کر یہ تسلیم کریں کہ حضور ﷺ ان میں سب سے زیادہ بہتر اور اعلیٰ انسان ہیں۔ اس لئے طرح طرح کے اعتراضات تراشتے رہتے تھے۔ کبھی کہتے آپ چونکہ انسان ہیں اس لئے عہدہ نبوت اور رسالت کے لائق نہیں، کبھی کہتے کہ آپ کے پاس آسمان سے خزان نازل نہیں ہوتے اس لئے آپ عند اللہ معزز و مقدر نہیں اور کبھی کہتے کہ ہم فرشتوں کو دیکھنا چاہتے ہیں پھر اس سے بھی بڑھ کر یہ کہتے کہ ہم کو خدا بر ملا دکھائیے۔ یہ لوگ بزعم خود اپنے آپ کو برتر اور اعلیٰ سمجھتے ہیں۔ اور اسی لئے نہایت سرکش ہو رہے ہیں جھلا ان کو فرشتہ دیکھنے کا کیا استحقاق ہے؟ اور کیا فرشتے دیکھنے کے بعد اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں رہتی؟ کیا پھر بھی یہ لوگ نہیں کہہ سکتے کہ یہ محض جادو اور ساحری ہے اور اللہ تعالیٰ کو آنکھوں سے دیکھنے کا مطالبہ تو بہت بڑا تکبر اور سخت غرور کی بات ہے۔ کیا انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ خدا بھی کوئی ان کا بے تکلف دوست ہے اور جب یہ چاہیں گے وہ آمو جو ہو گا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ یہ لوگ یقیناً فرشتوں کو دیکھیں گے اور ان کے اس مطالبہ کی تکمیل ضرور ہوگی۔ مگر اس وقت ان کا فرشتوں کو دیکھنا ان کے لئے خوش آئند نہ ہو گا۔ فرشتے اس وقت آئیں گے جبکہ ان کو عالم قبر سے بیدار کیا جائے گا اور اللہ کے حضور میں پیش کیا جائیگا اس وقت یہ لوگ کہیں گے کہ اے کاش! یہ فرشتے روک لئے ہو، بند کر دیئے جاتے اور ان آنکھوں سے ہم انہیں نہ دیکھتے اس وقت ان کے اعمال اللہ کے سامنے پیش ہو گئے اور یہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں کہ وہ بالکل ادنیٰ ترین اور ناچیز ہیں۔⁸

قرآن کریم کا انکار:

قرآن کریم بے شمار خصوصیات کی حامل کتاب ہے۔ اس کی خوبی یہ بھی ہے کہ جو کوئی اس کی آواز پر کان دھرتا ہے تو وہ سیدھا اس کی طرف کھینچا جاتا ہے اور اس سے قلب و ذہن کو سرور حاصل ہوتا ہے۔ جب بھی قرآنی الفاظ کفار و مشرکین کے کانوں میں پڑتے تو نہ چاہنے کے باوجود بھی بعض لوگ اس کو سننے کی کوشش کرتے چنانچہ اس کی اثر افربنی سے انہیں یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔ اس لیے انہوں نے اس کے اثر کو لوگوں کے درمیان ختم کرنے کے لیے مختلف قسم کی باتیں کرنا شروع کر دی۔ قرآن مجید نے ان کی ان باتوں کا کئی مقام پر نہ صرف تذکرہ کیا ہے بلکہ خوبصورت انداز میں جواب بھی دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا إِفْكٌ وَإِفْكَةٌ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ ۖ فَقَدْ جَاءُوا ظُلْمًا وَزُورًا وَقَالُوا أَنَسَاطِيذُ
الْأَوَّلِينَ ائْتَتْهَا قَوْمٌ مِّمَّنْ عَلَيْنَا بَنَكْرًا وَأَصْحَابًا قُلْ أَتَزَكُّهُمُ الَّذِينَ يَعْلَمُونَ السَّمَاءَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ غَفُورًا
رَحِيمًا

”اور کافروں نے کہا یہ قرآن صرف ایک جھوٹ ہے جسے اس نے خود ہی باندھ لیا ہے اور اس میں اور لوگوں نے اس کی مدد
کی ہے بس وہ ظلم اور دروغ لائے۔ اور انہوں نے کہا کہ یہ انہوں کی کہانیاں ہیں جو لکھ لایا ہے سو وہ اس پر صبح شام برابر پڑھی
جاتی ہیں۔ تو کہہ اسے اس نے اتارا ہے جو آسمان وزمین کے اندر چھپی ہوئی باتیں جانتا ہے بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے“

مولانا محمد حنیف ندوی نے کفار و مشرکین کے ان اعتراضات کو اس عنوان سے بیان کیا کہ ”قرآن خدا کا کلام ہے“ آپ لکھتے ہیں کہ:

نضر بن حرث اور اس قماش کے دوسرے لوگ جب یہ دیکھتے کہ قرآن کی فصاحت و بلاغت کا جواب نہیں آتا تو وہ کہتے کہ یہ خدا کا کلام تھوڑا ہی ہے۔ یہ تو افتراء ہے وہ لوگ جو
اہل کتاب تھے اور اب مسلمان ہو گئے ہیں اس کی ترتیب و تدوین میں محمد ﷺ کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ نیز کہتے کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں اور قصے ہیں جس کو اس نے لکھ لیا ہے
اور اب قرآن کے نام سے ہمارے سامنے پیش کر رہا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور خدا کی جانب سے فرستادہ ہیں۔ ان کا پیش کردہ کلام خدا کا کلام ہے
دلیل یہ ہے کہ اس میں ایسا علم اور ایسی وسعت معارف ہے جو اللہ کے ساتھ مختص ہے۔ جس طرح آسمانوں اور زمین کے بھیدوں اور اسرار کائنات کو خالق کون و مکان کو کوئی
نہیں جانتا، اسی طرح ان علوم و معارف سے کوئی شخص آگاہ نہیں جو قرآن میں مذکور ہیں۔ غرض یہ ہے کہ قرآن کے کلام اللہ ہونے پر سب سے بڑی دلیل اس کی وسعت
معانی اور ذخارت معلومات ہے۔¹⁰

رسول اللہ ﷺ کی شخصیت پر اعتراض:

کفار و مشرکین نے آپ ﷺ کی شخصیت پر بھی طرح طرح کے اعتراضات کیے۔ مفسر بیان کرتے ہیں کہ مشرکین مکہ اپنی روایتی نحت کی وجہ سے حضور ﷺ کو پیغمبر تسلیم نہ
کرتے اور کہتے کہ پیغمبر کو فوق الفطرت ہونا چاہئے۔ وہ شخص جو کھاتا پیتا ہو، اور ضروریات کیلئے بازاروں میں گھومتا پھرتا ہو، وہ اللہ کا رسول نہیں ہو سکتا۔ وہ یہ بھی کہتے کہ اگر یہ
پیغمبر ہوتا، تو اس کے ساتھ ایک فرشتہ ہونا چاہئے تھا، اللہ کی طرف سے اس کے پاس خزان کازول ہونا چاہئے تھا، اور باغات ہونے چاہئیں تھے کہ جن میں سے پھل توڑ توڑ کو
کھاتا۔ نہیں، یہ نبوت کا خود ساختہ معیار غلط ہے اور سراسر گمراہی کا باعث ہے۔ نبی ہمیشہ ایک انسان ہوتا ہے اور اس کے ساتھ بشری ضروریات و حاجات لگی رہتی ہیں، اس کا
فوق الفطرت ہونا ضروری نہیں، وہ اخلاق اور روحانیت کے اعتبار سے البتہ سب لوگوں سے بلند ہوتا ہے مگر جسم کی ساخت کے اعتبار سے عام انسان سے جدا نہیں ہوتا۔¹¹

یہود کے اعتراضات اور ان کا جواب:

نبی کریم ﷺ اللہ کے حکم سے ہجرت کر کر مدینہ پہنچے۔ آپ ﷺ کی آمد پر نہ صرف مدینہ کے مسلمانوں نے خوشی کا اظہار کیا بلکہ یہودیوں کے بعض سنجیدہ اور فہیم لوگوں
نے بھی اظہار مسرت کیا۔ کیونکہ یہودی یہی توقع لگائے بیٹھے تھے کہ نبی بنی اسرائیل میں سے ہوں گے جن کے وارث اور امین ہم ہیں۔ لیکن جب انہیں پتہ چلا کہ ایسا نہیں
ہے تو ان کی دلچسپی حضور ﷺ سے نہ صرف ختم ہو گئی بلکہ وہ مخالفت پر اتر آئے۔ اور آپ پر بے جا اعتراضات اور الزامات لگانے لگے۔

نبوت کسی اسرائیلی کو کیوں نہیں ملی؟

محمد حنیف ندوی نے بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں کا پہلا اعتراض یہ تھا کہ کیوں نبوت کسی اسرائیلی کو نہیں ملی؟ اور اس کے لئے مکہ کے ایک یتیم و نادار انسان کو کیوں منتخب کیا گیا؟
کیا بنی اسرائیل کے گھرانے سے برکت اٹھ گئی ہے یا پھر کوئی اور سرمایہ دار اس کا مستحق نہ تھا؟ قرآن حکیم نے اس کا جواب یہ دیا کہ نبوت اللہ کا ایک فضل ہے۔ یہ موہبت
کبریٰ ہے جو خاص حالات میں خاص اشخاص کو دی جاتی ہے۔ اس میں کسب و اكتساب کو اور جدوجہد کو کوئی دخل نہیں۔ اسرائیل جب اس بار امانت کے متحمل نہ رہے تو یہ امانت
اسلعیل کے گھرانے کے سپرد کر دی گئی اس میں تم اعتراض کرنے والے کون ہو؟ یہ ضروری نہیں کہ انبیاء علیہ السلام کا انتخاب سرمایہ داروں میں سے ہو۔ تمہارے نزدیک تو دنیوی
وجاہت قابل اعتنا ہے لیکن خدا کی نگاہ میں اس کی کوئی وقعت نہیں۔ یہ درست ہے کہ انبیاء قوموں کو دین و دنیا کی نعمتوں سے مالا مال کرنے کے لئے مبعوث ہوتے ہیں لیکن خود
دنیا میں ان کا بہت کم حصہ ہوتا ہے گو وہ روپیہ پیسہ نہیں رکھتے لیکن ایمان و تہقین کی گراں قدر پونجی ان کے پاس سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ وہ حوصلے کے بلند اور دل کے مطمئن

ہوتے ہیں۔ سیم و زر ان کے پاؤں چومتا ہے اور وہ کبھی روپے کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ اس لئے تمہارا محض اس بنا پر انکار کہ رسول بنی اسرائیل کے گھرانے میں پیدا نہیں ہوا اور یہ کہ وہ سرمایہ دار نہیں محض غیر معقول ہے۔¹²

وحی الہی کا انکار:

مفسر بیان کرتے ہیں کہ جب یہودیوں کو قرآن حکیم کی دعوت دی گئی تو انہوں نے توریت کے سوا اور سب چیزوں کے ماننے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا ہم تو وہی ماننے کے مکلف ہیں جو ہمارے نبی پر نازل ہوا ہے۔ اس پر قرآن حکیم نے دو اعتراض کئے ہیں: ایک یہ کہ اگر یہ واقعہ ہے تو تمہاری پہلے انبیاء علیہم السلام سے کیوں جنگ رہی؟ گزشتہ انبیاء علیہم السلام کیوں تمہارے ظلم و ستم کا نشانہ بنے رہے؟ وہ تو سب اسرائیلی تھے۔ دوسرا یہ کہ توریت و قرآن کے پیغام میں کیا اختلاف ہے قرآن حکیم تو وہی پیغام پیش کرتا ہے جو توراہ کا موضوع اشاعت تھا پھر انکار کیوں؟ بات اصل میں یہ ہے کہ تم نے نہ کبھی توراہ کو مانا ہے اور نہ اب قرآن کو ماننے کے لئے تیار ہو۔ ورنہ ان دونوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ پیغام ایک ہے مقصد ایک ہے تعلیم ایک ہے۔ فرق صرف اجمال و تفصیل کا ہے یا نقص و کمال کا قرآن حکیم مصدق ہے اور ساری کائنات کے لئے اتحاد عمل ہے، اس میں کوئی تعصب نہیں کوئی جانب داری نہیں۔¹³

جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر بھی ارشاد ہوا:

وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَأَ قَوْمِي مِنَ الْآيَاتِ أَنُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَانُوا لَا يَتْلُمُونَ

”اور جب خدا کی طرف سے ان کے پاس رسول پہنچا جو اسے ان کے پاس ہے سچ بتاتا ہے تب اہل کتاب میں سے ایک فریق نے

خدا کی کتاب کو اپنے پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا گویا کہ وہ جانتے ہی نہ تھے“

اس آیت کی تفسیر میں مفسر لکھتے ہیں کہ رسول کے من عند اللہ ہونے کا معنی یہ ہیں کہ اس کا پیغام براہ راست مستفادہ ہوتا ہے۔ جناب قدس سے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ اس کی ساری زندگی آئینہ ہوتی ہے رضائے الہی کا وَهُمْ بِآيَاتِهِ يَتَعَمَلُونَ اور وہ تمام پہلی تعلیمات کا مصدق ہوتا ہے لیکن اہل کتاب کی شومی عقل ملاحظہ ہو کہ باوجود ان سب چیزوں کے دیکھنے کے منکر ہی رہے۔¹⁵

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا قصہ:

مولانا محمد حنیف ندوی¹⁶ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ سے متعلق تفصیلاً گفتگو کی اور اس حوالے سے اعتراضات کا جواب بھی دیا: حضرت زید رضی اللہ عنہ غلام تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزادی کی نعمت بخشی۔ اور پھر اپنی آغوش تربیت میں لے لیا۔ یہ بڑھے اور پروان چڑھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی زاد بہن ان کے نکاح میں دے دی تاکہ غلام کے رتبہ کو دنیا میں بلند کیا جائے اور یہ بتایا جائے کہ اسلام میں آقا و غلام کی کوئی تمیز نہیں۔ جب کوئی شخص مسلمان ہو جاتا ہے اور آزادی کی نعمت کو بھی پالیتا ہے تو سابقہ غلامی کا داغ اس کے دامن پر نہیں رہتا۔ بلکہ وہ اسلام کی روشنی سے چمک اٹھتا ہے۔ پھر ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی وجہ سے سماج کی ایک اور رسم کو توڑنا اللہ کو منظور ہوا تھا۔ اس لئے میاں بیوی میں نبھاؤ نہ ہو سکا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تو یہی تھی کہ ان دونوں میں بنی رہے۔ اور حتی الامکان تعلقات قائم رہیں۔ مگر اللہ کو یہ منظور تھا کہ ان دونوں میں جب جدائی واقع ہو جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس رسم کو توڑیں کہ متنبی کو وہی حیثیت حاصل ہے جو بیٹے کو حاصل ہے۔ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وجہ سے کہ لوگ خواہ مخواہ اس پر معترض ہو گئے یہ چاہتے تھے کہ زید رضی اللہ عنہ کے تعلقات نہ بگڑیں اور وہ آخر تک اس رشتہ کو نبھائیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلوص کے ساتھ زید رضی اللہ عنہ کو تقویٰ کی تلقین کرتے اور کہتے کہ اپنی بیوی کے ساتھ حسن سلوک روا رکھو اور اسے نہ چھوڑو۔ مگر فیصلہ خداوندی ہو چکا تھا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ام المومنین کے شرف سے نوازا جائے۔ اور ان کی دلجوئی کی جائے اس لئے باوجود نہ چاہنے کے اور اس اشارہ خداوندی کو دل میں پنہاں رکھنے کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالآخر مجبور ہو گئے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیں۔ اتنی سب بات تھی جسے دشمنوں نے افسانہ کر دیا اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بہو سے شادی کر لی ہے۔ بڑا شور اور غوغا ہوا۔ اللہ تعالیٰ یہ جانتے تھے کہ یہ سب کچھ ہو گا مگر چونکہ مقصد یہ تھا کہ ہمیشہ ہمیشہ مسلمانوں کو یہ دقت پیش نہ آئے کہ وہ اپنے منہ بولے بیٹوں کے ساتھ کس نوع کے تعلقات رکھیں۔ اس لئے ضروری تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بڑھ کر ایک دلیرانہ اسوہ قائم کریں۔ اور مسلمانوں کے لئے صحیح راہ ہدایت متعین کر دیں۔ یہ بات عزیمت کی تھی اور پیغمبرانہ جرات و جسارت کی تھی کہ کیونکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سماج کے ایسے قانون کو اپنے عمل سے توڑا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراضات کی

بوچھاڑ ہونے لگی۔ دشمنوں کے لئے تو یہ بات قابل گرفت تھی ہی کہ بعض سادہ دل مفسرین نے بھی اس کو نہایت غلط انداز میں بیان کیا ہے۔ اور تسلیم کر لیا ہے کہ معاذ اللہ حضور ﷺ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اچانک دیکھ کر عاشق ہو گئے تھے اس لئے دل میں اس خواہش کو چھپائے تھے۔ اور لوگوں پر ظاہر نہ ہونے دیتے تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے لئے حاصل کر لیں۔ قطع نظر اس کے یہ افسانہ کسی درجہ منصب نبوت کی توہین کا باعث ہے۔ آپ یہ غور فرمائیے کہ عقلاً یہ کیوں کر درست ہو سکتا ہے۔ جبکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ آپ نے بار بار ان کو دیکھا تھا۔ عمداً ان کی خواہش کے خلاف ان کو زید رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا تھا اور جب آپ ﷺ نے سنا کہ ان میں باہم ناچاقی ہے۔ تو دل سوزی سے ان کو ایسے اقدامات سے روکا تھا جو طلاق پر مبنی ہوں۔ اگر آپ ﷺ چاہتے تو ابتداء ہی میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے لئے رشتہ فخر و مہابت کا باعث ہوتا اور وہ اس کو ضرور منظور کر لیتیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ قصہ محض لغو ہے۔¹⁶

حضور ﷺ کے تعداد ازدواج کا فلسفہ:

مفسر بیان کرتے ہیں کہ مخالفین نے تعداد ازدواج پر بہت سے اعتراض کئے ہیں اور کہا ہے کہ جس شخص کے حرم میں بیک وقت نو بیویاں ہوں وہ کیوں کر روحانیت کا پیکر ہو سکتا ہے۔ گویا ان کے نزدیک روحانیت کے معنی مجرد اور رہبانیت کے ہیں۔ اور خدا رسیدہ شخص ان کے نظریہ کے مطابق وہ ہے جو دیوی برکات سے یک قلم محروم ہو۔ قطع نظر اس اصول کے ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی شادی کے محرکات میں جنسی جذبات نہ تھے۔ بلکہ تبلیغی حاجات کا تقاضا یہ تھا کہ حضور ﷺ قبائل عرب میں اشاعت دین کی خاطر یہ راستہ استوار کریں۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل حقائق پر غور فرمائیے:-

(۱) پچیس سال کی عمر تک آپ نے کامل حُجْر دیکھی زندگی بسر کی ہے (۲) گرم ممالک میں اس سے بہت عرصہ پہلے آدمی شادی کے قابل ہو جاتا ہے (۳) پہلی شادی ایک بیوہ عورت سے کی ہے۔ جو آپ سے پندرہ برس عمر میں بڑھی تھیں۔ یعنی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے (۴) پچاس برس کی عمر تک آپ نے تنہا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بسر کی (۵) مدینہ میں جا کر کہیں ۵۳ برس کے بعد مختلف قبائل میں شادی کی۔ کیا ان واقعات کے بعد بھی کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ حضور ﷺ نے تسکین جنسی کے لئے اس قدر متعدد بیویاں اپنے حرم میں ڈال رکھی تھیں۔ بات یہ تھی کہ اس طرح متعدد شادیوں سے آپ مختلف قبائل کے داماد ہو گئے تھے۔ اور وہ ان تعلقات مصاہرت کی بنا پر مجبور تھے کہ آپ کی عزت کریں اور ٹھنڈے دل سے اسلام کے متعلق غور کریں۔¹⁷

غرض یہ کہ مولانا محمد حنیف ندوی نے اپنی تفسیر میں ان تمام اعتراضات کو آیات کی روشنی میں واضح کیا۔ اور کفار و مشرکین اور یہود کے اعتراضات کے متعلق عقلی اور نقلی دلائل پیش کیے یہاں تک کہ حقائق سے ان کو ثابت بھی کیا۔

1- لیس: ۳۶، ۳، ۲، ۱

2- ندوی، محمد حنیف، مولانا، تفسیر سراج البیان، لاہور: ملک سراج پبلشرز، ۱۹۸۳، جلد چہارم، صفحہ ۱۰۵۳

3- ص: ۳۸، ۴

4- القلم: ۶۸، ۵۱

5- الطور: ۵۲، ۲۹

6- ندوی، محمد حنیف، مولانا، تفسیر سراج البیان، جلد پنجم، صفحہ ۱۲۵۱

7- الفرقان: ۲۵، ۲۱

8- ندوی، محمد حنیف، مولانا، تفسیر سراج البیان، جلد چہارم، صفحہ ۸۶۵

9- الفرقان: ۲۵، ۴، ۵، ۶

10- ندوی، محمد حنیف، مولانا، تفسیر سراج البیان، جلد سوم، صفحہ ۸۶۱

11- ایضاً، صفحہ ۸۶۲

12- ایضاً، جلد اول، صفحہ ۳۰

13- ایضاً، صفحہ ۳۱

14- البقرة: ٢: ١٠١

15- ندوی، محمد حنیف، مولانا، تفسیر سراج البیان، جلد اول، صفحہ ۳۳

16- ایضاً، جلد چہارم، صفحہ ۱۳، ۱۰۱۲

17- ایضاً، صفحہ ۱۰۱۶